وسطی ایشیا میں اسلام

ڈاکٹر سعید اللہ قاضی - پشاور یونیورسٹی

بعض مؤرخین کے نزدیک اسلام وسط ایشیا میں اٹھارویں سال ہجری میں داخل ہوا لیکن مستند روایت کے مطابق اسلام وسط ایشیا میں ۲۱ ہجری میں داخل ہوا[1] اس کی وجہ یہ تھی کہ ۲۱ھ تک حضرت عمرؓ نے ایران فتح کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا - اُس وقت تک مسلمانوں کی جنگیں دفاعی تھیں اور اپنے مُلک کی حفاظت کے لیے تھیں - حضرت عمرؓ کا اپنا تاثر ایران کے بارے میں یہ تھا کہ کاش ہمارے اور ایران والوں کے درمیان آگ کا پہاڑ ہوتا تاکہ نہ ہم اُن پر حملہ کر سکتے اور نہ وہ ہم پر حملہ آور ہوتے[2] لیکن ایرانیوں نے مسلمانوں کو آرام سے نہیں رہنے دیا - اور انہوں نے مسلمانوں کا ناک میں دم کر دیا - اس بارے میں بزرگ صحابہ کی رائے یہ تھی کہ ایران والوں کی ساری غداریوں کی جڑ وہاں پر یزدجرد کا وجود ہے - ایرانیوں کو جب تک یہ معلوم ہے کہ ایران کے تخت کا وارث موجود ہے اس وقت تک وہ مسلمانوں کے خلاف لڑنے سے باز نہیں آئیں گے[3] اس بنیاد پر حضرت عمرؓ نے عام لشکر کشی کا ارادہ کیا - انہوں نے اپنے ہاتھ سے بہت سارے جھنڈے

[1] تاریخ طبری - ۱۸ ہجری - تاریخ اسلام، حضرت عمر فاروق -
[2] شبلی نعمانی - الفاروق ، نیشنل بک فاؤنڈیشن ، ص ۲۰۲
[3] ایضاً -

تیار کیے اور الگ الگ ملکوں کے لیے الگ الگ مشہور جرنیلوں کو علم عطا کیے۔ خراسان کا جھنڈا احنف بن قیس کے پاس بھیجا، سابور اور اردشیر کا جھنڈا مجاشع بن مسعود کو دیا۔ اصطخر کا جھنڈا عثمان بن العاص الثقفی کو دیا۔ فسا کا ساریۃ الکنانی کو، کرمان کا سہیل بن عدی کو، سیستان کا عاصم بن عمرو کو، مکران کا حکم بن عمیر التغلبی کو اور آذربائیجان کا عتبہ کو دیا[1]۔ ۲۱ھ کو یہ سارے زعما اپنے اپنے مقام پر پہنچے۔ ان کو یہ نصیحت کی گئی تھی کہ حملہ کرنے سے پہلے وہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ اگر انہوں نے اسلام قبول کیا تو پھر ان میں اور دوسرے مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ ان کے سامنے یہ تعلیمات موجود تھیں کہ جنہوں نے کلمہ پڑھا ان کے مال اور جانیں محفوظ ہوں گی، اور اگر انہوں نے اسلام قبول نہ کیا تو پھر ان کو کہہ دیں کہ وہ اپنے علاقے مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔ اور خود اپنے دین پر قائم رہیں اور جزیہ دیتے رہیں اور اگر وہ اس کے لیے بھی تیار نہ ہوں تو پھر ان کے خلاف تلوار بے نیام کر دیں[2]۔ اس طرح مسلمانوں نے اصفہان، ہمدان، رے، آذربائیجان، موقان اور جیلان فتح کیے[3]۔

۲۲ھ میں طبرستان فتح ہوا۔ اس طرح آرمینیہ، سابور، اردشیر، توج اور اصطخر باری باری فتح ہوئے۔ اس کے بعد فسا، دارابجرد، گازرون، ارجان اور شیراز بھی یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے ہاتھ لگے[4]۔

۲۳ھ میں کرمان، سیستان (جس کا دوسرا نام زرنج ہے) اور خراسان فتح ہوئے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت ماوراءالنہر، فرغانہ، خوارزم، طخارستان اور سیستان خراسان میں شامل تھے، ان کے مشہور شہر نیشاپور، مرو، ہرات، طوس اور نسا تھے[5]۔

---

۱ شبلی نعمانی۔ الفاروق۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن ص ۲۰۲

۲ احمد امین، فجر الاسلام، بیروت، ۱۹۶۹ء، دسواں ایڈیشن ۸۵

۳ الفاروق ۲۰۳ ف ف، تاریخ اسلام ۱۷۶

۴ 〃 ۲۰۸ — ۲۱۰ 〃 〃 ۱۷۷

۵ 〃 ۲۱۵ — ۲۱۸ 〃 〃 ۱۷۷ — ۱۸۰

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کی اشاعت میں فتوحات کا خاصا دخل ہے، کیونکہ ان فتوحات کے نتیجے میں جن لوگوں کو غلام بنایا گیا۔ انہوں نے اسلام کی اشاعت میں بہت بڑا کردار ادا کیا۔ کوفہ کے آدھے سے زیادہ باشندے غلام تھے۔ اور ان کی اکثریت ایرانیوں کی تھی۔ وہ جنگی قیدیوں کی شکل میں کوفہ آئے تھے۔ یہاں رہ کر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور ان کے مالکوں نے ان کو آزاد کیا۔ ان فتوحات کے نتیجے میں جزیرہ عرب میں اہلِ عجم بڑی تعداد میں آئے۔ اگرچہ ان کا شمار عربوں کے مقابلہ میں کم تھا۔ کہتے ہیں کہ ان مفتوحہ ممالک کے اکثر باشندوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔[1] جلولا [illegible] لونڈیاں قیدی بنائی گئیں۔ اور وہ پھر ساری کی ساری مسلمان ہو گئیں۔

جلولا کی فتح کے بعد یہاں کے متعدد بڑے بڑے امراء اور رؤسا نے بطیب خاطر اسلام قبول کیا۔ قادسیہ کے معرکہ کے بعد ایران کا شاہی رسالہ جس میں چار ہزار افراد تھے، مسلمان ہو گیا۔ یزدگرد کے مقدمۃ الجیش کا افسر سیاہ کئی [illegible] آدمیوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ ان کے اسلام قبول کرنے سے سیابچہ، زط اور اندغار کی کئی قومیں، جو ایرانی فوج میں بھرتی تھیں، مسلمان ہو گئیں۔[2]

دمیاط کی فتح کے بعد قبارہ اور درادہ سے لے کر عسقلان تک پورے علاقے میں اسلام پھیل گیا۔ شہر فسطاط میں، جو حضرت عمروؓ نے آباد کیا تھا، مسلمانوں کے کئی محلے تھے۔ جب فارس سارا فتح ہو گیا تو پھر یہ ایک اسلامی ولایت بن گئی۔ بے شمار ایرانی عربوں کے ہاتھوں قیدی بن گئے، جنہوں نے بعد میں اسلام قبول کیا۔ ان میں بہت سوں نے عربی زبان سیکھ لی تھی۔ اور ان کی دوسری نسل میں ایسے لوگ موجود تھے جو عربوں کی طرح عربی بول سکتے تھے۔[3]

---

[1] فجر الاسلام، ص ۹۲: ۹۳

[2] " " ۱۵، تاریخ اسلام ص ۲۱۹

[3] " " ۱۸، " ص ۲۱۹

اِن غلاموں نے علمی میدان میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔ یہ تابعین کا دور تھا۔ اموی دور میں مشہور عرب علما جیسے سعید بن المسیب، علقمہ، شریح، مسروق، ابراہیم نخعی اکثر غلام تھے۔ مدینہ میں سلمان بن یسار اونچے پائے کے عالم تھے۔ ان کے والد ام المومنین حضرت میمونہؓ کے غلام تھے۔ دوسری طرف نافع تھے، جو عبداللہ بن عمرؓ کے غلام تھے اور ابن عمرؓ نے ان سے بہت سی احادیث کی روایت کی تھی۔ نافع دیلم کے رہنے والے تھے۔ اسی طرح ربیعہ الرائی بھی جو امام مالکؒ کے استاد تھے، غلام ہی تھے۔ محمد بن سیرین میسان کے قیدیوں میں سے تھے۔ ان کی ماں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کنیز تھیں۔ یہ بصرہ کے فقہا میں سے تھے۔ اسی طرح حسن بصری کے والد بھی میسان کے قیدیوں میں سے تھے۔[1]

مکحول بن عبداللہ، الاوزاعی کے استاد کے باپ ہرات کے رہنے والے تھے۔ ان کی والدہ کابل کے ایک بادشاہ کی لڑکی تھی۔ لیث بن سعد جو مدرسہ مصر کے فارغ التحصیل تھے، یزید بن حبیب کے شاگرد تھے، یہ بھی غلام تھے اور اصفہان سے تعلق رکھتے تھے۔[5][2]

حضرت عمرؓ نے اشاعت اسلام کے لیے یہ انتظام بھی کیا تھا کہ مفتوحہ علاقوں میں دین اسلام کی تعلیم کے لیے بڑے بڑے علما روانہ کیے تھے۔ انہوں نے دینی علوم کی اشاعت اور تعلیم کے لیے ایک وسیع نظام قائم کیا تھا۔ سارے مفتوحہ علاقوں میں قرآن مجید کے درس شروع کیے۔ اور اس مقصد کے لیے تنخواہ دار معلمین کو مقرر کیا تھا۔ بڑے بڑے صحابہؓ کو قرآن کی تعلیم کے سلسلے میں دور دراز کے علاقوں میں بھیج دیا تھا۔ طالب علموں کو دس دس

---

[1] فجر الاسلام ص ۱۵۳، ۱۵۴

[2] " " ص ۱۵۵، ۱۸۱، ۱۸۳، ۱۹۱۔

(۵) یہ حیرت انگیز مثال صرف اسلام ہی نے پیش کی کہ اس کے ہاں جو لوگ جنگی قیدی اور غلام بن کے آئے اُن کے لیے معاشرے میں ترقی کی راہیں اس طرح کھلی تھیں کہ وہ علم اور سیاست کے اعلیٰ مدارج تک پہنچے اور اسلام نے ان کا رتبہ بلند تر کر دیا۔ (ادارہ)

کی ٹولیوں میں تقسیم کیا جاتا - ان کے لیے جو نصاب رکھا گیا تھا - اس کے مطابق سورۂ بقرہ سورۂ نساء ، سورۂ مائدہ ، اور سورۂ نور کا پڑھنا ہر مسلمان کے لیے لازمی تھا ۔ بعض کے لیے قرآن مجید کے ابتدائی حصے لازمی قرار دیئے تھے - اسی طرح امتحان کے لیے ماہرین کو مختلف علاقوں میں بھیجا جاتا - جن لوگوں کو قرآنِ پاک کا کچھ نہ کچھ حصّہ یاد نہ ہوتا ، ان کو سزا دی جاتی[۱]

ساسانی خاندان کے آخری بادشاہوں کے عہد میں ملک میں ہولناک بدنظمی کا دَور دورہ تھا - حکومت میں مجوسی نفوذ کر چکے تھے - اور شہنشاہ کی مجلسِ مشاورت میں ان کو بڑا اقتدار اور اختیار حاصل تھا - اور ملک کے نظم و نسق میں بھی اُن کا بڑا حصّہ تھا - اپنے اقتدار سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے وہ ایسی تمام جماعتوں پر ظلم و ستم کرتے تھے جن کے مذہبی عقائد اُن سے مختلف تھے - اس لیے ان لوگوں نے عربی فتوحات کو اپنے حق میں نجات کا باعث سمجھا - کیونکہ ان مختلف فرقوں کو ایک ایسی حکومت کے زیرِ سایہ سُکھ کا سانس لینے کی توقع ہوئی جس نے اُن کو جزیہ کی ایک خفیف رقم کے معاوضے میں مذہبی آزادی دی[۲]

امام حسینؓ کی شادی یزدگرد کی لڑکی شاہ بانو سے ہوئی تھی - جو ساسانی خاندان کا آخری بادشاہ تھا - امام حسینؓ اور شاہ بانو کی اولاد کو ایرانیوں نے اپنے قدیم بادشاہوں کی وارث اور اپنی قومی روایات کا والی تصوّر کیا اور یہی وہ ملکی جذبہ ہے جس نے ایرانیوں میں حضرت علیؓ کی اولاد کے ساتھ انتہائی شغف پیدا کیا اور اسلام میں شیعہ فرقہ کی ابتدا اسی شغف سے ہوئی[۳]

وسطی ایشیا میں اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں اس بات کا بڑا دخل تھا کہ یہاں کا اصل

---

[۱] فجر الاسلام ص ۱۵۲ ، تاریخ اسلام ص ۲۱۵ الفاروق ۲۶۷ ف ف

[۲] دعوتِ اسلام ۲۰۹

[۳] " ۲۱۱

مذہب مجوسیت تھا، جس کے سربراہ زردشت تھے - اس مذہب کے اکثر عقیدے اسلامی عقائد کے ساتھ ملتے جلتے تھے - مثلاً اس مذہب میں دنیا و آخرت، جزا و سزا، اعمال کے ریکارڈ پل صراط، قیامت کا قیام اور انسان کے عدم سے پیدا ہونے وغیرہ کا تصور موجود تھا - یہی عقائد اسلام میں بھی تھے - یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرؓ نے زردشتیوں کو اہلِ کتاب کا درجہ دیا تھا - انہوں نے فرمایا: "سنّوا بهم سنة اهل الكتاب" (ان کے ساتھ اہلِ کتاب کی طرح کا معاملہ کرو) - عقائد کی اس مماثلت کی وجہ سے اکثر مجوسی مسلمان ہوگئے اور ان میں اسلام بڑی آسانی سے پھیلا [1]

اس کے ساتھ ساتھ مختلف علاقوں میں مدرسوں کے قیام اور دین کی تعلیم و تدریس نے اسلام کو ان علاقوں میں اتنا مضبوط کیا کہ آج تک اس کے پاؤں وہاں جمے ہوئے ہیں - کہتے ہیں کہ نظام الملک طوسی پہلے آدمی ہیں جنہوں نے بغداد، نیساپور، ہرات، اصفہان بصرہ، مرو، آمل، طبرستان اور موصل میں دینی مدارس قائم کیے - بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نیساپور کا مدرسہ بیہقیہ نظام کی پیدائش سے پہلے وجود میں آیا تھا - ایک روایت یہ بھی ہے کہ نیساپور میں دوسرا مدرسہ سعیدیہ نصر بن سبکتگین نے قائم کیا تھا - ایک دوسرے قول کے مطابق دینی مدارس کا قیام سنہ ۴۰۰ھ کے بعد عمل میں آیا تھا - اور سب سے پہلا مدرسہ نیساپور کا مدرسہ بیہقیہ تھا - بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں مصر، مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام میں مدارس موجود تھے جن سے کئی بڑے بڑے غیر عرب تابعین علماء فارغ التحصیل ہو چکے تھے - ان کی دیکھا دیکھی وسط ایشیا میں ابتدا ہی سے مدارس کا قیام عمل میں آنا کوئی بعید از فہم بات نہیں ہے [2]

اشاعتِ اسلام کی ایک اور وجہ عبدالملک کے دور میں عربی زبان کی ترویج بحیثیت سرکاری

---

[1] فجر الاسلام، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳

نوٹ: آرنلڈ نے اس روایت کو قولِ رسول شمار کیا ہے - جو درست نہیں ہے - یہ حضرت عمرؓ کا قول ہے -

[2] احمد امین ضحی الاسلام، دوسری جلد، تاریخ طباعت نامعلوم، ۴۹، ۵۰ -

زبان اور اسلامی سکے کا اجرا بھی تھا۔ دونوں باتوں نے اشاعتِ اسلام میں نمایاں کردار ادا کیا۔[1]
وسط ایشیا میں اشاعتِ اسلام کا ایک اور سبب یہ بھی تھا کہ جو علاقے فتح کیے جاتے تھے
وہاں ابتدا ہی میں لازماً مساجد تعمیر کی جاتی تھیں۔ جہاں باقاعدہ خطبہ دیا جاتا تھا۔ یہ
مساجد سب سے بڑی درس گاہیں بھی ہوتی تھیں کہتے ہیں کہ فَقَدْ کَانَ الْمَسْجِدُ أَهَمُّ
لِلثَّقَافَةِ فِي الْأُمَمِ الْإِسْلَامِيَّةِ (مسجد اسلامی ممالک میں ثقافت کا ایک
اہم مرکز تھی)[2] ان مساجد اور مدارس کے ذریعے اشاعتِ اسلام کے جو کارنامے انجام پائے
وہ سب ہمارے سامنے ہیں۔ دینِ اسلام کے بنیادی مآخذ قرآن اور سنت ہیں اور ان
دونوں کی پرورش حقیقت میں وسط ایشیا میں ہوئی۔ اگرچہ یہ عرب میں پیدا ہوئے۔[3] مثلاً امام
بخاری نے، جن کے دادا مغیرہ نے والیٔ بخارا کے ہاتھوں اسلام قبول کیا تھا، قرآن
کی کتاب قرآن کے بعد سب سے زیادہ مستند کتاب صحیح البخاری تصنیف کی۔ اس خدمت
میں انھوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ یعنی سولہ سال صرف کیے اور جس کے لیے انھوں نے دور دراز
کے سفر کیے۔ اسی طرح صحیح مسلم کے مصنف مسلم بن الحجاج نیساپور کے رہنے والے تھے۔
بخاری کے بعد یہ دوسری مستند ترین کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح ترمذی، ابوداؤد،
نسائی، ابن ماجہ، سنن دارمی اور بیہقی کی کتاب السنن الکبریٰ بھی اس سلسلہ میں شامل ہیں۔ الغرض
احادیث کی اکثر صحیح اور مستند ترین کتابوں کے مؤلفین اس مٹی سے جنم لے چکے ہیں۔ ان کے
علاوہ بڑے بڑے مفسرین اور علما جیسے طبری، رازی، ابوبکر الجصاص، ابوالحسن قدوری،
مرغینانی، ابواللیث سمرقندی، اصبہانی، سرخسی، فارابی، صاغانی، ابیوردی، تاشانی،
شاشی، نیساپوری، مروزی وغیرہ وہ علما و فضلا ہیں، جن کو وسط ایشیا کی سرزمین نے جنم
دیا ہے۔ (باقی)

---

[1] تاریخ اسلام، جلد دوم، بنی امیہ، ص ۱۲۵۔
[2] دیکھیے مسجد، اردو دائرۃ المعارف میں۔ ایضاً ضحی الاسلام، دوسری جلد، ص ۴۳، ۴۸
[3] ضحی الاسلام، دوسری جلد، ۷۰، ۷۱، ۱۱۰، ۲۶۳-۲۶۹۔